سُورۃ البقر

از

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

ترجمان القرآن میں تبذل تنزیل وتاویل سورۃ البقرہ کی تفسیر شروع کی گئی تھی، دو اشاعتوں کے بعد مولانا کے سفرحج کو جانے کے سبب اس کا سلسلہ رک گیا' اب پھر اس کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔

بِالْغَیْبِ۔ یعنی جو چیزیں ان کی عقل اور حواس سے پوشیدہ ہیں جیسے جنت وجہنم اور ملائکہ وغیرہ وغیرہ۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کے فرمانے سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کو حق جانتے ہیں اور جو لوگ ان امور غیبیہ کے منکر ہیں وہ سراسر ایمان اور ہدایت سے محروم ہیں اور ان کی ایسی ہی مثال ہے

؎ چوں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان او ہمہ آست

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لفظ غیب سے وہ امور مراد ہیں کہ جن کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حدیث جبرئیل میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل۔ ملائکہ۔ کتب الہیہ۔ رُسُل۔ یوم آخرت قضاء و قدر۔ کتاب اور رسول اگرچہ ظاہر کے لحاظ سے غیب نہ ہوں لیکن اس اعتبار سے کہ کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور پیغمبر کا مُرسَل من اللہ اور فرستادہ خدا ہونا ایک غیبی امر ہے۔ اس اعتبار سے کتب اور رُسل ضرور غیب میں داخل سمجھے جائیں گے۔ اور صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہی کہلائے گا۔ اس لیے کہ ذات رسول اگرچہ محسوس اور مشاہد ہے مگر وصف رسالت اور اُس کا فرستادہ خدا ہونا یقیناً غیب ہے۔ اور ایمان کا اصل تعلق

اسی وصف رسالت کے ساتھ ہے۔

بعض اہل علم نے غیب اور غائب میں فرق تبلایا ہے۔ وہ یہ کہ

الغائب مالا یراك ولا تراہ۔ والغیبُ غائب وہ ہے کہ وہ تجھکو دیکھے اور نہ تو اس کو دیکھے

مالا تراہ انت اور غیب وہ ہے کہ تو اس کو نہ دیکھتا ہو۔

اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ پر غیب کا اطلاق آسکتا ہے۔ غائب کا اطلاق درست نہیں۔ اس لیے

کہ وہ ہر شی کو دیکھتا ہے۔ کوئی شی اُس کی بے چون وچگون بصر سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ۔ اور قائم اور درست رکھتے ہیں نماز کو یعنی اس کو خشوع اور خضوع اور

اس کے تمام آداب کیساتھ اس کو بجالاتے ہیں سورۂ لقمان میں ہے۔

هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ ہدایت اور رحمت ہے ان نیکی کرنے والوں کے لیے

الصَّلٰوۃَ جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔

اس آیت شریف میں یقیمون الصلوٰۃ کو المحسنین کی صفت گردانا ہے۔

غالباً جبرئیل امین نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ما الاحسان (احسان کیا چیز ہے) کہکر اسی

احسان کی حقیقت دریافت کی ہے کہ جو آیت موصوفہ میں مذکور ہے جس کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

بدین الفاظ ارشاد فرمایا۔

ان تعبد اللہ کانك تراہ فان لم تکن یعنی نماز اور عبادت کا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی

تراہ فانہٗ یراك۔ اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔

اور اگر یہ نہ ہوسکے تو یہی خیال رکھ کہ وہ رب العزۃ تجھکو دیکھ رہا ہے قال تعالیٰ۔

الم یعلم بان اللہ یریٰ کیا نہیں جانتا کہ اللہ اس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

یقیمون الصلوٰۃ سے اسی قسم کی نماز مراد ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عباد متقین کی عبادت اور بندگی

کو جب کبھی مقام مدح وثنا میں ذکر فرمایا ہے تو مقیمین الصلوٰۃ کے ساتھ فرمایا ہے مصلین کا لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال فرمایا ہے کہ جن کی نمازیں سوائے اس سرسری ہیئۃ اور محض ظاہری قیام وقعود کے اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ مقام مذمت میں ایک جگہ ارشاد ہے فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی یعنی اس شخص نے نہ تصدیق کی اور نماز کو قائم اور درست کرنا تو درکنار کبھی اس نے نماز کی ہیئت اور صورت بھی نہ بنائی۔

بعض علماء کے نزدیک اس مقام پر صلوٰۃ سے عام معنی مراد ہیں یعنی خواہ وہ صلوٰۃ مفروضہ ہو یا نافلہ۔ مگر امام رازی یہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سے فقط صلوٰۃ مفروضہ مراد ہے اس لئے کہ فلاح جو کہ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں مذکور ہے۔ وہ فقط فرض نماز پر موقوف ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں دن اور رات میں تم پر فرض ہیں۔ اعرابی نے کہا کہ کیا اور بھی کوئی نماز ان پانچ کے علاوہ مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں اس کے بعد اس شخص نے زکوٰۃ اور صوم کے متعلق مسئلہ دریافت کیا اور یہ کہتا ہوا رخصت ہوا۔ واللہ لا ازید علی ھذا ولا انقص منه خدا کی قسم اس میں کوئی کمی اور بیشی نہ کروں گا۔ اس وقت آنحضرت نے یہ ارشاد فرمایا۔ افلح الرجل ان صدق یعنی اس شخص نے فلاح پائی اگر سچ کہا۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے کچھ حصہ اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں

انفاق سے اس جگہ عام معنی مراد ہیں جو زکوٰۃ اور صدقات نافلہ اور ہر اس انفاق کو جو اللہ کی راہ میں ہو سب کو شامل ہے۔ بعض اہل علم نے باطنی اور معنوی رزق یعنی علم نافع کے انفاق کو بھی اس آیت شریفہ کے عموم میں داخل فرمایا ہے حق تعالیٰ شانہ نے سب سے اول ایمان کا ذکر فرمایا جو تمام اعمال صالحہ میں علی الاطلاق سب سے افضل ہے۔ پھر نماز کا جو عبادات بدنیہ میں سب سے افضل عبادات ہے پھر عبادت مالیہ زکوٰۃ اور صدقات کا ذکر فرمایا اسی لیے صحیحین میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے اول شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ دوم اقام الصلوٰۃ سوم ایتاء الزکوٰۃ۔ چہارم صوم رمضان پنجم حج بیت اللہ۔

اور مِمَّا میں مِن تبعیضیہ ہے۔ یعنی مال کا بعض حصہ خرچ کرتے ہیں مسرف اور فضول خرچ نہیں۔ اور مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ کے اپنے عامل یعنی ینفقون پر تقدیم کچھ اہتمام اور اختصاص کی طرف مشیر ہے یعنی ان کے مال کا کچھ حصہ ہمیشہ تصدق اور انفاق کے لیے مخصوص رہتا ہے اور وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ سے مومنین اہل کتاب مراد ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ اور وہ آخرۃ پر یقین رکھتے ہیں۔ ایقان کو آخرۃ کے ساتھ مخصوص کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ آخرت اور یوم حساب کا یقین متقین کا خاص شعار ہے کسی وقت آخرت سے غافل نہیں ہوتے ہر وقت اسی کی فکر میں لگے رہتے ہیں جس طرح آخرت کا استحضار متقین کا شعار ہے اسی طرح آخرت سے غفلت کافروں کا خاص شعار ہے کما قال تعالیٰ یعلمون ظاہرًا من الحیاۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غافلون۔

اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ۔ ایسے ہی لوگ کہ جو اپنے رب کی طرف خاص نور ہدایت پر ہیں۔ کلمہ علیٰ جو استعلاء کے لیے مستعمل ہوتا ہے اس سے اس جانب اشارہ ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر نہایت حاوی اور متمکن ہیں۔ اور من ربھم میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نور ہدایت اس رب العالمین کے فضل اور رحمت سے ان کو عطا ہوا ہے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ اور ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ یعنی مومنین کے یہ دونوں گروہ دنیا میں حق تعالیٰ کی توفیق سے نور ہدایت سے سرفراز ہوئے اور آخرت میں اس کی رحمت اور فضل سے مراد کو پہنچیں گے

صفات کافرین اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا یعنے جو اللہ کے علم میں کافر ہیں اگرچہ وہ ظاہر آمسلمان ہوں ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ کے علم میں وہی کافر ہے جس کا خاتمہ اور موت کفر پر ہو۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اور علیٰ ہذا جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا ہو وہ حقیقت میں مومن ہے اگرچہ بظاہر کافر ہے سہ

بدعمر را نام اینجا بت پرست لیک مومن بود نامش در الست

گذشتہ آیات میں اہل انعام کا ذکر تھا۔ یعنے جن کو حق تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اب اس مقام سے اہل غضب اور اہل ضلال کا ذکر فرماتے ہیں۔ ان دو آیتوں میں خالص کافروں کا ذکر ہے اور اس کے بعد تیرہ آیتوں میں منافقین کا ذکر ہے۔

حرف تحقیق یعنی کلمۂ اِنَّ کا استعمال اکثر ان مواقع میں ہوتا ہے کہ جہاں مخاطب کو کسی قسم کا کوئی تردد ہو۔ مگر کبھی کبھی ایسے موقعہ پر بھی استعمال ہوتا ہے کہ جہاں متکلم یا مخاطب کے گمان اور خیال کے خلاف کوئی شئے ظاہر ہو۔ جیسے حضرت مریم کا بطور حسرت یہ فرمانا۔ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى (اے پروردگار تحقیق میں نے تو یہ لڑکی جنی ہے) اس لیے کہ حضرت مریم کو امید فرزند کی لگی ہوئی تھی تاکہ بیت المقدس کی خدمت کے لیے اس کو آزاد فرمائیں۔ خلاف امید لڑکی کی ولادت کو بطور حسرت حرف اِنَّ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ اور علیٰ ہذا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم سے یہ امید تھی کہ وہ میری تصدیق کریں گے۔ جب خلاف امید انہوں نے تکذیب کی تو بطور حسرت یہ فرمایا۔

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ۔ اے پروردگار تحقیق میری قوم نے تو میری تکذیب کی

اسی طرح اس جگہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی امید کے خلاف کفار کے نہ ایمان لانے کی جو کو اِنَّ۔ حرف تحقیق کے ساتھ ذکر فرمایا کہ اے ہمارے نبی آپ ان کافروں کے ایمان کی امید نہ رکھیں ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا سب برابر ہے یہ ایمان نہ لائیں گے۔

اور سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ۔ اس لیے فرمایا کہ یہ انذار اور عدم انذار فقط کافروں کے حق میں برابر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں برابر نہیں۔ آپ تو منصب نبوت و رسالت کی وجہ تبلیغ احکام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے مامور ہیں کوئی بدنصیب ایمان لائے یا نہ لائے آپ کو تبلیغ کا اجر ہر حال میں ملیگا۔ اس آیت سے یہ مقصد نہیں کہ آپ ان کو تبلیغ اور ہدایت نہ فرمائیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے نہ ایمان لانے سے آپ غمگین اور ملول نہ ہوں۔ یہ ایمان لانے والے نہیں۔

یومنون بالغیب کی تفسیر میں ایمان کے ساتھ کفر کی حقیقت بھی امام غزالی سے نقل کر چکے امام فخرالدین رازی قدس اللہ سرہٗ نے جو کفر کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ وہ بہت زیادہ واضح اور کفر کی تمام انواع واقسام کے لیے حاوی اور جامع ہے۔ وہ یہ ہے۔

الکفر عدم تصدیق الرسول صلی اللہ وسلم فی شیٔ مما علم بالضرورۃ مجیئہٗ بہ۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۵۹)

یعنی کفر کے معنی یہ ہیں کہ رسول اور پیغمبر کی اس چیز میں تصدیق نہ کرنا کہ جس کا بدیہی اور قطعی طور پر دین سے ہونا معلوم ہو چکا ہے۔

پس کفر کی یہ تعریف (یعنی عدم تصدیق الرسول) تکذیب اور ترک تصدیق دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر کفر کی تعریف تکذیب الرسول سے کے ساتھ کی جائے تو یہ تعریف اس شخص پر صادق نہ آسے گی کہ جو نہ تصدیق کرتا ہے اور نہ تکذیب حالانکہ وہ بالاجماع کافر ہے۔ نبی اور رسول کی تصدیق نہ کرنا ہی کفر ہے خواہ تکذیب کرے یا نہ کرے اس لیے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ کفر کی تعریف تکذیب کیساتھ نہ کی جائے بلکہ ترک تصدیق کی جائے۔ تاکہ کفر کی دونوں صورتوں پر صادق آسکے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔ یعنی جو خدا اور اس کے رسول کی تصدیق نہ کرے تو ہم نے اس کے لیے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس آیت شریفہ میں نہ تصدیق کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ وقال تعالیٰ وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن

وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ۔کہا کافروں نے کہ ہم اس قرآن اور گذشتہ کتابوں کی ہرگز تصدیق نہ کریں گے
چنانچہ سورہ صافات میں ہے کہ اہل جنت ۔اہل نار سے یہ کہیں گے ۔

بَلْ لَّمْ تَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ　　بلکہ تم تصدیق کرنے والے نہ تھے ۔

اہل جنت ۔اہل نار کے دائمی عذاب کا سبب عدم ایمان اور ترک تصدیق تبلائیں گے ۔

اور سورۂ قیامہ میں ہے ۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۔یعنی اس کافر نے نہ تو قیامت وغیرہ کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی
اس مقام پر بھی حق تعالیٰ نے کفر کو عدم تصدیق سے تعبیر فرمایا ہے ۔

بلکہ خود یہی آیت یعنی ان الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم
لا یؤمنون ۔ امام رازی قدس اللہ سرہٗ کی تائید کرتی ہے ۔اس لیے کہ اس آیت میں نہ ایمان لانے
والوں اور نہ تصدیق کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے ۔

اقسام کفر علماء نے کفر کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں ۔

(۱) کفر تکذیب یعنی انبیا و رسل کو جھٹلانا ۔اور ان کو مفتری اور کاذب کہنا ۔

وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۔　　اور کہا کافروں نے یہ ساحر اور جھوٹا ہے ۔

وقال اللہ تعالیٰ

کَذَّبَتْ قَبْلَھُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ　　تکذیب کی ان سے پہلے قوم نوح اور قوم عاد اور میخوں
ذو الاوتاد وثمود وقوم لوط واصحٰب　　والے فرعون اور قوم ثمود اور قوم لوط اور اصحاب
الایکۃ اولٰئک الاحزاب ان کل الا　　ایکہ نے یہی جماعتیں ہیں کفر کی ان سب نے پیغمبروں
کذب الرسل فحق عقاب　　کو جھٹلایا پس میرا عذاب انپر ثابت ہوگیا ۔

(۲) کفر استکبار ۔تکبر کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو نہ ماننا اور اس کے قبول سے

انکار کر دینا۔

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ ۔ ابلیس نے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور تکبر کیا ہو گیا کافروں میں سے

(۳) کفر اعراض۔ یعنی پیغمبر کی نہ تصدیق کرے نہ تکذیب بلکہ اعراض اور روگردانی کرے۔

کما قال تعالیٰ

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّا اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ اور کافر جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے اس سے اعراض کرتے ہیں

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ معرضون کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں کہ دھیان نہیں کرتے یعنی نبی کی نصیحت کی طرف توجہ اور التفات نہیں کرتے۔

وقال اللہ تعالیٰ شانہٗ

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ۔ کہدیجیے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی پس اگر روگردانی کریں تو فرما دیجیے کہ اللہ کافروں کو محبوب نہیں رکھتا۔

اس آیت شریفہ میں روگردانی کرنے والوں کو کافر فرمایا ہے۔ اور قرآن عزیز میں تولی اور اعراض کو بکثرت ذکر فرمایا ہے۔

(۴) کفر ارتیاب۔ یعنی پیغمبر کے نہ صادق ہونے کا یقین ہے نہ کاذب ہونے کا بلکہ نبی کے صدق اور کذب میں اس کو شک اور تردد ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

وَلَوْ تَرٰی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ وَقَالُوْا اٰمَنَّا بِہٖ وَاَنّٰی لَھُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّکَانٍ بَعِیْدٍ وَقَدْ کَفَرُوْا بِہٖ مِنْ قَبْلُ اس کے بعد ان کی کافر ہونے کی علت بیان فرماتے ہیں۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ۔

(۵) کفر نفاق یعنی زبان سے اقرار اور تصدیق اور قلب سے تکذیب کرنا۔ اور وَمِنَ